Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities 37
Vol 5 (1) Jan-March, 2019 pp.37-61.
ISSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. Email:editor@gjmsweb.com
Impact Factor value = 4.739 (SJIF).
DOI: https://orcid.org/0000-0001-5767-6229

OBJECTIONS OF AHL-E-KITAB AND THEIR ANSWERS IN THE LIGHT OF "TAFSEER BIYANUL QURAN" WRITTEN BY DR.ISRAR AHMAD (R.A).

اہل کتاب کے اعتراضات اور ان کے جوابات
تفسیر بیان القرآن از ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی روشنی میں)

Asia Saleem[1], Prof.Dr.Abdul Ghafoor Awan[2]

ABSTRACT: *With the proclamation of Prophecy by the Holy Prophet (P.B.U.H), the followers of other religions (Jews and Christians) became disturbed and launched propaganda and charater assassination of the Holy Prophet in order to prevent common people from embracing Islam. They raised different objections on Islam and the character of the Holy Prophet. Allah Almighty Himself rebutted these false objections through Quranic revelations. Dr.Israr Ahmad, a renowned Muslim scholar, answered to all these objections in an effective and logical way in his exegesis "Bayan-ul-Quran". The objective of this research paper is to study the objections of Jews and Christians and their answers so that the Muslim can become aware of their conspiracies against Islam.*

Key words: *Objections of Ahl-e-Kitab, Answers, Biyanul Quran, Beliefs.*

Type of study: ***Original Research Article***
Paper received: 11.09.2018
Paper accepted: 15.11.2018
Online published: 01.01.2019

---

1. Research Scholar, M. Phil Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan-Pakistan. asiasaleemptc@gmail.com
2.Dean, Faculty of Management, Social Sciences and Humanities, Institute Southern Punjab, Multan-ghafoor70@yahoo.com.Cell # +923136015051.

ڈاکٹر اسرار احمد کا تعارف:

برصغیر پاک و ہند میں تفسیری کام میں نمایاں خدمات انجام دینے والوں میں ایک اہم نام ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا بھی ہے۔ڈاکٹر اسرار احمدؒ ۲۶ اپریل ۱۹۳۲ء کو مشرقی پنجاب کے ضلع ہریانہ کے ایک قصبہ حصار میں پیدا ہوئے۔(۱)آپ کا نام اسرار احمد رکھا گیا، آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے دو بھائی انتقال کرچکے تھے، اور ان کا نام بھی اسرار احمد ہی رکھا گیا تھا،لیکن یہ نام آپ کے والدین کو اس قدر محبوب تھا کہ انہوں نے اپنے تیسرے بیٹے کا نام بھی اسرار احمد ہی رکھا۔ڈاکٹر اسرار احمد کے آبائو اجداد کا تعلق یوپی کے ضلع مظفر نگر سے تھا ۔ڈاکٹر صاحب کے پڑدادا حافظ نور اللہ تھے جو کہ یوپی کے قصبہ حسین پور کے مکین تھے۔ دنیوی طور پر بڑے خوشحال تھے۔(۲)

ڈاکٹر اسرار احمدؒکے والد ماجد کا نام مختار احمد تھا،ان کی ولادت ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۳ء میں ضلع حصار میں ہوئی ۔انہوں نے 1916ء میں دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا اور ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ریڈر کی ملازمت اختیار کی۔1947ء میں پاکستان ہجرت کر کے آگئے اور لاہور میں تعینات ہوئے۔(۳)

ڈاکٹراسرار احمدؒ کی والد ہ محترمہ نہایت دیندار خاتون تھیں۔ ان کا نام فرودوسی بیگم تھا، مطالعہ قرآنی سے خاص شغف رکھتی تھیں۔ انہوں نے جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی مقامی ناظمہ کی حیثیت سے اپنے دینی فرائض سرانجام دئیے۔ ان کا انتقال 1992ء میں ہوا۔(۴)ڈاکٹراسرار احمدؒ نے اپنا بچپن ضلع حصار میں بسر کیا، یہ اس وقت پنجاب کا پسمانده علاقہ تھا ، تعلیمی لحاظ سے بھی پسماندگی تھی، صرف ایک کالج تھا، ہائی اسکول تقریباً آٹھ کے قریب تھے۔(۵)

حسب روایت ڈاکٹر اسرار احمدؒکی تعلیم کا آغاز بھی قرآن مجید کی تعلیم سے ہوا۔ آپ کی والدہ محترمہ فردوسی بیگم نے آپ کو قرآن پاک پڑھایا۔ اس کے بعد آپ کو دنیاوی تعلیم کے حصو ل کی خاطر گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل کرادیا گیا جو حصار میں واقع تھا۔(۶)

ڈاکٹر اسرار احمدؒکی فکری سوچ پر اثر پذیر شخصیت:

ڈاکٹر اسرار احمد کی فکری سو چ پر جس شخصیت کے افکار کا سب سے زیادہ اثر تھا وہ علامہ اقبال کی شخصیت تھی، چنانچہ ابتدائی طور پر ڈاکٹراسرار احمد کوعلامہ اقبال کی فکری سوچ نے بہت متاثر کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بچپن ہی سے انتہائی حساس مزاج کے حامل تھے ۔ چنانچہ 1938ء میں جب انہیں علامہ ا قبال کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے سے ایک ذاتی صدمے اور قومی نقصان کے طور پر محسوس کیا حالانکہ اس وقت ان کی عمر صرف چھ برس تھی۔(۷)

علامہ اقبال کی کتب کے مطالعہ کا ابتداء ہی سے آپ کو شوق تھا، جس کا اظہار انہوں نے کئی مرتبہ کیا۔چنانچہ ڈاکٹر صاحب اپنے بارے مینلکھتے ہیں:

’’میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا جب میرے بڑے بھائی صاحب نے مجھے بانگ درا لاکر دی

جسے میں گھنٹوں کچھ سمجھے اورکچھ بغیر سمجھے ترنم کے ساتھ پڑھتا رہتا تھا۔ بانگ درا کی نظموں میں سے مجھے سب سے زیادہ پسند وہ تھیں جن میں ملت اسلامی کے مستقبل کے بارے میں ایک امید ا فزا نقشہ کھینچا گیا تھا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور امت مرحومہ کی تجدید کی خوشخبری دی گئی تھی''(۸)

اسی لئے ڈاکٹر صاحب کے مطالعہ کرنے کے شوق نے ان کے نیم شعوری والے دور میں آپ کے ذہن پر اولین چھاپ جو ڈالی وہ علامہ اقبال کی ملی شاعری تھی۔ڈاکٹر صاحب آٹھویں جماعت میں حفیظ جالندھری کے کلام شاہنامہ اسلام پڑھنے کا تذکرہ بھی فرماتے ہیں، جس سے ان کے جذبہ ملی مینمزید اضافہ ہوا۔ لکھتے ہیں:

''جن دنوں میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا میری ایک پوری رات ''شاہنامہ'' کی دوسری جلد کو اس کے مخصوص ترنم میں پڑھ کر والدہ صاحبہ کو سنانے میں بسر ہوئی۔ اس طرح کہ ادھر جلد ختم ہوئی اور ادھر صبح بیدار ہوئی''(۹)

جماعت اسلامی کے لٹریچر اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کتب کا مطالعہ:

میٹرک کے دور کے اندر ہی ڈاکٹر صاحب نے جماعت اسلامی کے دعوتی لٹریچر اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کتب ورسائل کا مطالعہ کیا ۔14اگست 1947ء میں پاکستان بننے کے بعد حصار میں مسلمانوں کے محلوں پر ہندوئوں کے منظم حملے شروع ہو گئے ۔دسمبر کا پورار مہینہ ڈاکٹر صاحب نے محصوری کے عالم میں بسر کیا۔ لیکن اس حالت میں بھی اپنا مطالعہ جاری رکھا۔ آپ نے حفاظتی کیمپوں میں جماعت اسلامی کے رسالہ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہونے والے ''تفہیم القرآن'' کے حواشی کا مطالعہ کیا۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''میں تفہیم القرآن سے پہلی بار متعارف ہوا۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ اس زمانے میں ،میں اور میرے بڑے بھائی ہم دونوں محلے کی ایک مسجد میں ماہنامہ ترجمان القرآن کے تازہ پرچوں سے تفسیر سورۃ یوسف پڑھا کرتے تھے۔ اور مجھے اس اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ میرے دل میں قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی رغبت اولاً اسی کے ذریعے پیدا ہوئی۔ بلکہ قرآن حکیم سے میرا اولین تعارف اسی وساطت سے ہوا''(۱۰)

قیام پاکستان کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے خاندان کے ہمراہ پیدل ایک قافلے کے ساتھ پاکستان کی طرف ہجرت کی ۔ اس سفر کی تمام صعوبتیں برداشت کیں ۔پاکستان پہنچ کر ڈاکٹر صاحب اور ان کا خاندان ساہیوال منتقل ہو گیا۔(۱۱)

عصری تعلیم اور جماعت اسلامی میں شمولیت:

ایف ایس سی کی تعلیم کے دوران ہی آپ جماعت اسلامی کے حلقہ ہمدردان میں شامل ہو گئے ۔آپ نے جماعت اسلامی کے لٹریچر کا تفصیلی مطالعہ کیا جس کے نتیجے میں دین کی انقلابی فکر آپ کے قلب و ذہن میں رچ بس گئی اور غلبہ و اقامت دین کی جد و جہد ترجیح اول بن گئی ۔اسی دوران جماعت اسلامی کی نفاذ دستور اسلامی مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ اس مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ مارچ 1949ء میں قرارداد مقاصد دستور پاکستان میں شامل کردی گئی۔ اس کے ذریعے اصولی اعتبارسے طے کیا گیا کہ پاکستان میں کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے منافی نہ ہوگی۔(۱۲)

ڈاکٹر صاحب 1950ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہو گئے اور آپ نے 1954ء میں MBBSکرلیا اور باقاعدہ اسلامی جمیعت طلبہ میںشمولیت اختیار کرلی۔ جمیعت کے پلیٹ فارم نے آپ کی تحریری، تقریری اور تدریسی صلاحیتوں کو خوب نکھرنے کا موقع فراہم کیا۔ جمیعت میں رہتے ہوئے آپ نے دعوتی مضامین تحریر کئے ۔جمیعت کے ترجمان کے طورپر ایک رسالہ ’’عزم‘‘ کے نام سے جاری کیا۔ دورس قرآن دینے کی وجہ سے آپ ایک نمایاں مدرس قرآن کے طور پر مشہور ہو گئے۔ جمیعت میںفعال سرگرمیوں کی وجہ سے پہلے ناظم لاہور ،پھر ناظم پنجاب اور آخر کار ناظم اعلی پاکستان کے منصب تک پہنچے۔(۱۳)

MBBSکی پروفیشنل تعلیم کے علاوہ اسلام سے محبت اور علوم دینی سے شغف کی بدولت 1965ء میں کراچی یورنیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات کیا اور جامعہ کراچی میں اول پوزیشن حاصل کی۔(۱۴)

1954ء میں جب ڈاکٹر صاحب نے MBBSکر لیا تو انہوں نے جماعت اسلامی کی رکنیت کی درخواست دی۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی زندگی کا ایک دن بھی جماعت کے بغیر بسر ہو ۔ نومبر 1954ء میںان کی درخواست منظور ہوئی اور اس طرح آپ باقاعدہ جماعت اسلامی کے رکن بن گئے۔(۱۵)

تاسیسِ تنظیم اسلامی :

مارچ 1975ء کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور میں تنظیم اسلامی کا تاسیسی اجلاس ہوا ۔اس میں ایک سو تین افراد نے شرکت کی ۔اس اجلاس میں 1967ء کی قرارداد کی یاد دہانی بھی ہوئی اور اس کے ساتھ تنظیم کے نام، شرائط، شمولیت، ہیئت تنظیم اور قواعد و ضوابط کا مرحلہ طے پایا۔(۱۶) چنانچہ مارچ 1975ء میں تنظیم اسلامی کا باقاعدہ طور پر قیام عمل میںآیا۔اڑھائی سالہ عبوری دور کے بعد 11اگست 1977ء بالاتفاق رائے یہ طے پایا کہ تنظیم اسلامی کے داعی عمومی ڈاکٹر اسرار احمدؒ آج کے بعد سے امیر تنظیم ا سلامی ہوں گے اور تنظیم میں داخلہ ان کے ساتھ اطاعت فی المعروف کے بیعت کا شخصی رابطہ استوار کرنے سے ہوگا۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی دینی و دعوتی جد وجہد:

ڈاکٹر اسرار احمد کے دعوتی دور کا آغاز اٹھارہ برس کی عمر میں 1950ء ہی سے ہو گیا تھا۔ تاہم آپ کی اپنی سعی سے دعوت دین اور خدمت قرآن کا سلسلہ 1965ء سے شروع ہوا۔ آپ کی دعوت کے دو ادوار ہیں:

پہلا دور 1965ء سے 1972ء تک انفرادی مساعی کا دور ہے جس کے دوران آپ دعوت دین دورس قرآن کی شکل میں عوام تک پہنچاتے رہے۔ اس سلسلے کے قابل ذکر کام درج ذیل تھے:

۱۔ لاہور میں حلقہ ہائے مطالعہ قرآن میں دروس کا انعقاد ۔

۲۔ مطالعہ قرآن حکیم کی سورتونکے منتخب نصاب کو کتابی صورت میں پہلی بار یکجا کیا۔

۳۔ 1966ء میں اشاعتی ادارے کا قیام۔

۴۔ 1966ء میں ماہنامہ میثاق کا اجراء۔(۱۷)

دوسرا دور 1972ء سے شروع ہوا اور تاحیات جاری رہا۔ اس دور کے دعوتی امور اس طرح سے ہیں:

۱۔قرآنی علوم کی اشاعت کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے 1972ء میں انجمن خدام القرآن قائم کی۔

۲۔غلبہ اقامت دین کی سعی کی خاطر 1975ء میں تنظیم اسلامی قائم کی۔

۳۔ 1976ء میں قرآن اکیڈمی بنائی تاکہ اعلی تعلیم یافتہ نوجوان قرآن پر تحقیق اور نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھائیں۔(۱۸)

۴۔پہلا بیرون ملک تبلیغی دورہ 1979ء میں امریکہ کا کیا۔(۱۹)

۵۔ 1981ء میں جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ میں شمولیت اختیار کی لیکن دو ماہ بعد ہی استعفیٰ دے دیا۔(۲۰)

۶۔ 1982ء میں قرآن اکیڈمی فیلو شب اسکیم کا آغاز کیا ۔

۷۔ 1984ء میں دو سالہ تدریسی اسکیم کا آغاز کیا۔

۸۔ 1987ء میں قرآن کالج کا قیام عمل میں آیا۔(۴۳)

۹۔ 1987ء میں ہی شریعت بل کی منظوری کے لئے تمام دینی جماعتیں متحد ہو گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے انتہائی فعال حصہ لیا۔

۱۰۔ 1991ء میں نظام خلافت علی منہاج النبوة قائم کرنے کے لئے تحریک خلافت پاکستان کا آغاز کیا۔

۱۱۔ 1997ء میں پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے بھرپورمہم چلائی اور لاکھوں کی تعداد میں مجوزہ ترامیم کا خاکہ حکومت کو بذریعہ ڈاک بھیجا۔

۱۲۔ 1998ء میں آپ کے دورہ ترجمہ قرآن کی ریکارڈنگ Q.TVاور کئی دوسرے چینلز کے ذریعے نشر ہوئی اور 126ممالک میں لاکھوں مسلمانوں اور غیر مسلموں تک قرآن کا پیغام پہنچایا۔آپ کی دعوت کا یہ سلسلہ مختلف انداز میں آپ کی وفات تک جاری رہا۔

۱۳۔ 2002ء میں تنظیم اسلامی کی امارت سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنی ساری توجہ علمی ،فکری اور تبلیغی امور کی طرف مرکوز کر دی۔

۱۴۔ 2004ء میں ڈاکٹر اسرار احمد نے معروف اسکالر ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک کی دعوت پر انڈیا کا دورہ کیا۔

۱۵۔ 2009ء میں جنوبی افریقہ کا دور ہ کیا اور کئی ایک مقامات پر خطاب کیا۔(۲۲)

نجی زندگی:

ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ ایک دیندار خاتون ہیں اور انہوں نے ڈاکٹر صاحب کا دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر ساتھ دیا اور اس راستے میں آنے والی تمام مشکلات کا بڑے حوصلے سے سامنا کیا۔ جب تنظیم اسلامی قائم کی گئی تو وہ اس کی حلقہ خواتین کی ناظمہ مقرر ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحب کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔آپ نے اپنی اولاد کی تربیت اس نہج پر کی کہ آج ساری اولاد دعوت و تبلیغ کے کاموں میں مصروف عمل ہے۔(۲۳)

وفات

ڈاکٹر اسرار احمد ؒصاحب کا انتقال 13اور 14اپریل 2010ء کی درمیانی شب میں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کی نماز جنازہ 14اپریل 2010ء بروز بدھ بعد نماز عصر سنٹرل پارک ماڈل ٹائون لاہور میں آپ کے بیٹے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے پڑھائی۔ اذان مغرب سے ذرا پہلے قرآن اکیڈمی کے قریب قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔(۲۴)

تفسیر بیان القرآن کا تعارف:

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو تی ہے کہ قرآن مجید کے مفاہیم و مطالب کو سمجھنے کی لگن اور ذوق ان کے رگ و پے میں بسا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی قرآن مجید کے مطالب و مفاہیم کو بیان کرتے ہوئے گزاری، تفسیر قرآن میں ان کی خدمات گویاان کے لئے سرمایہ زندگی کی ایک اہم متاع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا سب سے اہم کاوش تفسیر بیان القرآن کی تصنیف و تالیف ہے۔ یہ تفسیر درحقیقت ان کے دورہ ترجمہ قرآن اور تشریح کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ۱۹۸۴ء میں نماز تراویح میں دینا شروع کیا۔ یہ ایک عرصہ تک صوتیات کی صورت میں دستیاب رہا ، ا ور رفتہ رفتہ اس کو تحریر کی صورت میں بھی ڈھال لیا گیا۔

صوتیات اس سلسلے کو وسعت دیتے ہوئے دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرامز کی ریکارڈنگ کی

گئی،جسے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کی صورت میں تمام دنیا میں متعارف کروایا گیاڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دینی خدمت کو عام کرنے اور عوام الناس تک اس کی رسائی کو سہل اور آسان کرنے کے پیش نظر مدیر شعبہ مطبوعات ، قرآن اکیڈمی لاہور جناب حافظ خالد محمود خضر نے انجمن خدام القرآن صوبہ سرحد جناب ڈاکٹر اقبال صافی کے خصوصی اصرار پر اس تفسیر کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا عزم کیا، اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، اس تفسیر کا نام بیان القرآن رکھا گیایہ تفسیر کل سات حصوں پر مشتمل ہے:

جلد اول: جلد اول ۳۴۲ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس میں مختصر مقدمہ کے بعد تفسیر قرآنی سے قبل مختلف موضوعات پر قرآن کریم کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جو ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اس تعارف قرآن کو آٹھ ابواب میں ذکر کیا ہے۔

جلد دوم:یہ حصہ ۳۱۶ صفحات پر مشمل ہے۔ جس میں سورہ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ کے مضامین کی تشریحات کو بیان کیا گیا ہے۔

جلد سوم:اس حصہ میں سورۃ الانعام ، سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال، سورہ توبہ کے مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ جلد ۳۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔

جلد چہارم:یہ حصہ ۳۷۲ صفحات پر مشمل ہے۔ جس مینسورہ یونس، سورہ ہود، سورہ یوسف،سورۃ الرعد، سورہ ابراہیم، سورۃ الحجر، سورۃ النحل، سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کے مضامین کی تفسیر وتشریح بیان کی گئی ہے۔

جلد پنجم:یہ حصہ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے،اس جلد میں ۱۷سورتوں کی تشریح و توضیح بیان کی گئی ہے۔جوسورہ مریم سے لے کر سورۃ السجدۃ پر مشتمل ہے۔

جلد ششم:یہ جلد ۴۸۴ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں بھی کل سترہ سورتوں کی تفسیر و تشریح بیان کی گئی ہے۔ یہ جلد سورۃ الاحزاب سے لے کر سورۃ الحجرات تک کے مضامین کی تفسیر کا احاطہ کرتی ہے۔

جلد ہفتم:یہ جلد ۵۵۹ صفحات پر مبنی ہے۔ جس مینسورہ ق سے ختم قرآن کریم تک تمام سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ نیز آخر ی چار صفحات میں دعائے ختم قرآن کریم کا ذکر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ''تفسیر بیان القرآن''پہلی جلد نومبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ، جبکہ جلد ہفتم جون ۲۰۱۵ء میں اشاعت کے مراحل طے کرتے ہوئے منظر عام پر آئی۔ اس طرح تقریباً چھ سال کی مسلسل اور بے لوث محنت کے بعد یہ دورہ ترجمہ قرآن کریم کتاب صورت میں تفسیر بیان القرآن کے عنوان سے پایہ تکمیل پر پہنچا۔

بیان القرآن کا منہج و اسلوب:

ڈاکٹر اسرار احمد کی تمام تصانیف علمی و تحقیقی معیار کی حامل ہیں، ان میں بیان القرآن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کا انداز نہایت سہل ، سادہ اور آسان ہے۔ اس میں رواں اردو ترجمہ کے ساتھ زبیان کی روانی کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اس تفسیر کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ داعیانہ انداز کی حامل ہے۔ موجودہ تفاسیر میں اردو زبان کی تفاسیر میں ایک مختصر اور جامع تفسیر کی حیثیت رکھتی ہےجس کے ذریعے اہل علم اور بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ بہتر طورپر استفادہ کرسکتے ہیں۔

بیان القرآن کی روشنی میں اہل کتاب کا رد:

قرآنِ کریم اللہ تبارک وتعالی کا وہ معجزہ ہے جو آخری نبی محمد عربی پر جستہ جستہ ۲۳سالوں میں نازل ہوا، معجزہ کی شان ہی یہ ہوتی ہے کہ انسانی بس اور قدرت سے باہر ہو، لہٰذا قرآن کی مثیل ونظیر بھی انسانی قدرت وطاقت سے ماوراء ہےنیز یہ ایسا معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک کی خلقت کو اپنے لانے والے کی صداقت کا یقین کراتا رہے گا،نتیجتاً لوگ حلقہء اسلام سے روز افزوں وابستہ ہوتے رہیں گے، رسول اللہ ﷺنے ایک حدیث میں اسی حقیقت کا انکشاف کیاہے۔

((مَا مِنَ الأَنْبِيَاء ِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ القِيَامَةِ))(۲۵)

''ہر نبی کو ایسا معجزہ دیاگیا جس کا مشاہدہ کرکے انسانیت ایمان لاتی رہی، مجھے اللہ پاک نے ایسا معجزہ وحی کی شکل میں دیا ہے (اس میں غور وفکر کرکے قیامت تک لوگ ایمان لاتے رہیں گے)مجھے امید ہے کہ روزِ قیامت میرے متبعین زیادہ ہوں گے''

اس کے باوجود قرآن کی حقانیت پر ا عتراضات کا سلسلہ رسول اللہﷺ کے دور سے لے کر آج تک جاری و ساری ہے۔رسول اللہﷺ کے دور مینقرآن مجید کی حقانیت پراعتراض کرنے والے اہل کتاب تھے۔آسمانی کتب کو ماننے والے اسلام کے نزدیک اہل کتاب سے مسیحی اور یہودی مراد ہیں جن کے پاس آسمانی صحیفے آئے اور بعد میں مسخ ہو گئے۔

اہل کتاب کے اعتراضات:

رسول اللہﷺ کے نبوت کے اعلان کے بعد جب اہل کتاب کے عقائد باطلہ پر زد پڑی اور ان کی تحریف شدہ تورات و انجیل پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھنے لگا اورلوگوں کے سامنے اسلام کی حقانیت واضح ہونے لگی تو ان کی جانب سے دین اسلام اور اس کے عقائد و شعائر اور جناب رسول اللہﷺ کی ذات اقدس پر طرح طرح کے اعتراضات اٹھائے جانے لگے۔ جس کا ایک ہی مقصد تھا کہ لوگوں کو دین اسلام اور رسول اللہﷺ کی ذات اقدس سے برگشتہ کر دیا جائے، اور دین کے معاملے میں اپنی سرداری قائم رکھی جائے۔

۱۔قران مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں:

اہل کتاب نے قرآن مجید کی حقانیت پر ایک اعتراض یہ کیا کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام نہیں ہےبلکہ یہ رسول اللہﷺ کا کلام ہے اور آپﷺ(العیاذ باللہ) اس میں ہماری من پسند تبدیلی کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس اعتراض کو اس طرح نقل کیا:

{وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاء ◌نَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ ہَذَا أَوْ بَدِّلْہُ قُلْ مَا يَكُونُ لِی أَنْ أُبَدِّلَہُ مِنْ تِلْقَاء ◌ِ نَفْسِی إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّی أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّی عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ}(۲۶)

’’جب انہیں آیت بینات سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بجائے کوئی اور قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کیجئے ۔ (اے نبی ان سے)کہہ دیجئے میرے لیے ہر گز ممکن نہیں ہے کہ میں اپنے خیال اور ارادے سے اس کے اندر کچھ تبدیلی کرسکوں میں تو خود پابند ہوں اس کا مجھ پر وحی کیا جاتا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے ۔‘‘

ڈاکٹر اسرار احمد بیان القرآن میں باب تعارف القرآن میں اس اعتراض کا بہت مفصل جواب بیان فرماتے ہیں :

’’میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کے بارے میں تین بنیادی اوراعتقادی چیزیں ہیں : اوّل‘ یہ اللہ کا کلام ہے۔ دوم‘ یہ ◌ٌمحمدرسول اللہﷺ پر نازل ہوا۔ سوم‘یہ من وعن کل کا ◌ُ کل محفوظ ہے۔ اس میں نہ کوئی کمی ہوئی ہے نہ کوئی بیشی ہوئی ہے۔ نہ کمی ہو سکتی ہے نہ بیشی ہو سکتی ہے۔ نہ کوئی تحریف ہوئی ہے نہ کوئی تبدیلی۔ یہ گویا ہمارے عقیدے کا جزوِ لاینفک ہے۔ ‘‘۔اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ یہ قرآن حکیم محفوظ ہے اور کل ◌ُکا کل من و عن ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کے لیے خود قرآن مجید سے جو گواہی ملتی ہے وہ سب سے زیادہ نمایاں ہو کر سورۃ القیامہ میں آئی ہے۔ فرمایا:

{ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ}

یعنی رسول اللہﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت فرمایا:

’’آپ اس قرآن کو یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیں۔اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے‘‘(۲۷)

یعنی آپ مشقت نہ جھیلیں‘ یہ ذمہ داری ہماری ہے کہ ہم اسے آپﷺ کے سینہ مبارک کے اندر جمع کر دیں گے اور اس کی ترتیب قائم کر دیں گے ‘اس کو پڑھوا دیں گے ۔جس ترتیب سے یہ نازل ہو رہا ہے اس کی زیادہ فکر نہ کیجئے۔ اصل ترتیب جس میں اس کا مرتب ◌ّکیا جانا ہمارے پیش نظر ہے‘ جو ترتیب لوحِ محفوظ کی ہے اسی ترتیب سے ہم پڑھوا دیں گے۔ اس کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد مزید فرماتے ہیں:

’’{ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَہٗ} پھر اگر آپ کو کسی چیز میں ابہام محسوس ہو اور وضاحت کی ضرورت ہو تو اس کی توضیح اور تدوین بھی ہمارے ذمہ ّہےیعنی یہ ساری ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لی ہے۔ اگر ان آیات کو کوئی شخص قرآن مجید کی آیات مانتا ہے تو اس کو ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید پورے کا پورا جمع ہے‘ اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا۔ صراحت کے ساتھ یہ بات سورۃ الحجر کی آیت ۹ میں مذکور ہےـفرمایا:

{اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ}

’’ہم نے ہی اس ’’الذکر‘‘ کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں‘‘(۲۸)

مذکورہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے بارے میں گویا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گارنٹی ہے کہ ہم نے اسے نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد قرآنی آیات کے ذریعے اس بات کی بھی نفی کرتے ہیں کہ لفظی و معنوی تحریف تو(العیاذ باللہ) جناب رسول اللہﷺ کے بھی اختیار میں نہیں ، چہ جائیکہ کوئی دوسرا شخص یاذات اس کی جرأت کرسکے۔ چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد آیت بالا کی تفسیر میں اسی بات کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

یہاں تو محمد ؐرسول اللہﷺ کے لیے بھی اس شدت کے ساتھ نفی کر دی گئی۔ کفار و مشرکین کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا تھا کہ آپ اس قرآن میں کچھ نرمی اور لچک دکھائیں‘ یہ تو بہت rigid ہے‘ بہت ہی uncompromising ہے‘ بہرحال دنیا میں معاملات ’’کچھ لو کچھ دو‘‘ (give and take) سے طے ہوتے ہیں‘ لہٰذاکچھ آپ نرم پڑیں کچھ ہم نرم پڑتے ہیں۔ اس کے بارے میں فرمایا:

{وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ}

’’وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ کچھ ڈھیلے ہو جائیں تو یہ بھی ڈھیلے ہو جائیں گے‘‘۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی بیان کردہ مذکورہ بالا تفسیر سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ، اہل کتاب کا یہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام نہیں، نیز یہ بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید کی شان یہ ہے کہ یہ لفظاً‘ معناً‘ متناً کلی ُطور پر محفوظ ہے۔

۲۔کلام اللہ کے عجمی شخص کے کلام ہونے کا اعتراض اور اس کا جواب:

اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺپر ایک الزام یہ بھی لگایاکہ آپ نے کسی عجمی غلام کو یا اہل کتاب میں سے کسی آدمی کو گھر میں چھپا رکھا ہے، جو تو رات کاعالم ہے اور اس سے آپ یہ ساری باتیں سیکھتے ہیناور پھر وحی کے نام پر ہمیں سناتے ہیں اور ہم پر دھونس جماتے ہیں ۔چنانچہ یہ الزام لگاتے ہوئے ان کو خود سوچنا چاہیے کہ کوئی عجمی ایسی فصیح و بلیغ عربی کیسے بول سکتا ہے جن لوگوں نے قرآن حکیم کے کلام الٰہی ہونے کا اعتراض کیا ان کے اعتراض اور اس کے جواب کو خالق کائنات نے کس عمدہ پیرائے میں خود ہی بیان فرما دیا ہے ۔

ڈاکٹر اسرار احمد تفسیر بیان القرآن کی پہلی جلد میں'' قرآن اور ہمارا عقیدہ '' کے عنوان کے تحت بڑی تفصیل سے مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلی بات کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے' خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۃ التوبہ کی آیت ۶ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمﷺ سے فرمایا:

{وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ }

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے ' پھر اسے اس کی امن کی جگہ تک پہنچا دو۔''(۳۰)

جب سورۃ التوبہ کی پہلی چھ آیات نازل ہوئیں' جن میں مشرکین ِعرب کو آخری الٹی میٹم دے دیا گیا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو چار ماہ کی مدت کے خاتمے کے بعد تمہارا قتل عام شروع ہو جائے گا 'تو اس ضمن میں نبی اکرمﷺ کو ایک ہدایت یہ بھی دی گئی کہ یہ اَلٹی میٹم دیے جانے کے بعد اگر مشرکین میں سے کوئی آپؐ کی پناہ طلب کرے تو وہ آپﷺ کے پاس آ کر مقیم ہو اور کلام اللہ کو سنے' جس پر ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے' پھر اسے اس کی امن کی جگہ تک پہنچا دیا جائے۔ یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہیں اس سے مطالبہ کیا جائے کہ فیصلہ کرو کہ آیا تم ایمان لاتے ہو یا نہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں ''کلام اللہ'' کے الفاظ واضح طور پر قرآن مجید کو اللہ تبارک و تعالی کا کلام ثابت کر رہے ہیں۔

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر تورات کی گواہی:

اہل کتاب اگر قرآن مجید کے اللہ تعالی کے کلام نہ ہونے کی بات کرتے ہیں تو درحقیقت یہ ان کی اپنے مذہب اور آسمانی کتاب سے لاعلمی کا نتیجہ ہے، کیونکہ تورات میں میں قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹراسرار احمد فرماتے ہیں:

''اب ذرا قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے حوالے سے ایک اور بات ذہن نشین کر لیجیے۔ تورات میں کتابِ استثناء یا سفر استثناء جوصحف موسیٰ میں سے ایک صحیفہ ہے' کے اٹھارہویں باب میں نبی اکرمﷺ کے لیے جو پیشین گوئی بیان کی گئی ہے اس میں الفاظ یہی ہیں کہ :

''میں ان کے بھائیوں میں سے ان کے لیے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اوراس کے ُمنہ میں اپنا کلام ڈالوں گا اور وہ اُن سے وہی کچھ کہے گا جومیں اس سے کہوں گا۔'' َ(۳۱)

ڈاکٹر اسرار احمد کے مذکورہ بالا اقتباس میں خاص طور پر ان الفاظ سے دلیل ملتی ہے کہ ''میں اُس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا''۔ یہاںایک تولفظ ''اپناکلام ''آیا ہے،جس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کی اپنی مذہبی کتب بھی اس بات کی شاہد ہیں کہ رسول اللہﷺ پر جو کلام نازل

ہورہا ہے وہ کسی عجمی شخص کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

۳۔ناسخ اور منسوخ ہونے پر اعتراض:

اہل کتاب کی طرح موجودہ دور کے مستشرقین کا قرآن حکیم پر ایک بہت بڑا اور مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم میں کئی آیات الٰہی میں جو باہم متضاد ہیں لیکن مسلمان یہ کہہ کر اس اعتراض سے جان چھڑا لیتے ہیں کہ قرآن حکیم میں تضاد نام کی کسی چیز کا وجود نہیں بظاہر جن آیات میں تضادنظر آتا ہے وہ باہم تضاد نہیں بلکہ ان کا آپس میں تعلق ناسخ اور منسوخ کا ہے۔

چنانچہ مستشرقین کہتے ہیں کہ مسلمان اس بہانے سے قرآن حکیم پر ہونے والے ایک بہت اعتراض سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ وہ اس حد تک بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن حکیم کے تضادات کو رفع کرنے کا یہ طریقہ (العیاذ باللہ)خود نبی پاکﷺ نے وضع کیا ہے۔چنانچہ وہ قرآن مجید کی اس آیت:

{مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا}(۳۲)

''جو آیت ہم منسوخ کردیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں دوسری بہتر اس سے یا اس جیسی۔''

کا انکار کرتے ہیں اور ناسخ و منسوخ کے طریقہ کو نبی کریم ﷺ کا (العیاذ باللہ) خود ساختہ طریقہ قرار دیتے ہیں۔

تفسیر بیان القرآن میں ڈاکڑ اسرا احمد سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 106کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ہیں اور مستشرقین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

{مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا}

''جو بھی ہم منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا اسے بھلا دیتے ہیں'' ایک تو ہے نسخ یعنی کسی آیت کو منسوخ کر دینا اور ایک ہے حافظے سے ہی کسی شے کو محوکردینا۔

{نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا}

''تو ہم (اُس کی جگہ پر) لے آتے ہیں اُس سے بہتر یا (کم از کم) ویسی ہی۔''

{اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر}

''کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے؟'' اسے ہر شے کا اختیار حاصل ہے۔(۳۳)

آیت بالاکا ترجمہ لکھنے کے بعد ڈاکٹراسرار احمد تفسیر میں مدلل طریقے سے ناسخ و منسوخ سے متعلق قرآن مجید پر ہونے و الے ا عتراض کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کا اصل مفہوم اور پس منظر سمجھ لیجیے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کا دین آدم علیہ السلام سے لے کر اس دم تک ایک ہی ہے۔ نوح علیہ السلام کا دین' موسیٰ علیہ السلام کا دین' عیسیٰ علیہ السلام کا دین اور محمدرسول اللہﷺ کا دین ایک ہی ہے 'جبکہ شریعتوں میں فرق رہا ہے۔ اس فرق کا

اصل سبب یہ ہے کہ نوعِ انسانی مختلف اعتبارات سے ارتقاء کے مراحل طے کر رہی تھی۔ذہنی پختگی، شعور کی پختگی اور پھر تمدنی ارتقاء (social evolution)مسلسل جاری تھا۔ لہٰذا اُس ارتقاء کے جس مرحلے میں رسول آئے اسی کی مناسبت سے ان کو تعلیمات دے دی گئیں۔ ان تعلیمات کے کچھ حصے ایسے تھے جو ابدی (eternal)ہیں، وہ ہمیشہ رہیں گے، جبکہ کچھ حصے زمانے کی مناسبت سے تھے۔ چنانچہ جب اگلا رسول آتا تو اُن میں سے کچھ چیزوں میں تغیر و تبدل ہو جاتا،کچھ چیزیں نئی آ جاتیں اور کچھ پرانی ساقط ہو جاتیں۔ یہ معاملہ نسخ کہلاتا ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ تعین ّکے ساتھ کسی حکم کو منسوخ فرما دیتے ہیں اور اس کی جگہ نیا حکم بھیج دیتے ہیں، یا کسی شے کو سرے َسے لوگوں کے ذہنوں سے خارج کر دیتے ہیں۔ یہودی یہ اعتراض کر رہے تھے کہ اگر یہ دین وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کا تھا تو پھر شریعت پوری وہی ہونی چاہیے یہاں اس اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے۔ ''(۳۴)

مذکورہ بالا تفسیر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جوں جوں نسل آدم بڑھتی گئی اس کے ساتھ ساتھ آسمانی مذہب اور پیغمبر و رسل کے ذریعہ ان تک دین پہنچتا رہا۔ مگر ہر نبی کو زمانے اور لوگوں کے حالات کے مطابق احکامات اور شریعت دی گئی۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ ہے کہ ہر زمانے اور لوگوں کے حالات پہلے زمانے اور لوگوں کے حالات سے مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ یہی صورت حال قرآن مجید کی آیات کی بھی ہے۔ یعنی لوگوں کے حالات کے مطابق آیات نازل کی جاتیں، پھر بدلے ہوئے حالات میں کسی آیت کو دوسری آیت سے بدل کر یا منسوخ کر کے نئے حالات کے مطابق حکم دیا جاتا۔ چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد مزید فرماتے ہیں:

''پھر ناسخ و منسوخ کا مسئلہ قرآن میں بھی ہے۔ قرآن میں بھی تدریج کے ساتھ شریعت کی تکمیل ہوئی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا، شریعت کا ابتدائی خاکہ (blue print)سورۃ البقرۃ میں مل جاتا ہے، لیکن شریعت کی تکمیل سورۃ المائدۃ میں ہوئی ہے۔ یہ جو تقریباً پانچ چھ سال کا عرصہ ہے اس میں کچھ احکام دیے گئے، پھر اُن میں ردّ و بدل کر کے نئے احکام دیے گئے اور پھر آخر میں یہ ارشاد فرمادیا گیا:

{اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا} (المائدة:۳)

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا ہے''

۔تو یہ ناسخ و منسوخ کا مسئلہ صرف سابقہ شریعتوں اور شریعت ِمحمدیؐ کے مابین ہی نہیں ہے، بلکہ خود شریعت ِمحمدی (علیٰ صاحب ہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی زمانی اعتبار سے ارتقاء ہوا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے شراب کے بارے میں حکم دیا گیا کہ اس میں گناہ کا پہلو زیادہ ہے، اگرچہ کچھ

فائدے بھی ہیں۔ اس کے بعد حکم آیا کہ اگر شراب کے نشے میں ہو تو نماز کے قریب مت جائو۔ پھر سورۃ المائدۃ میں آخری حکم آ گیا اور اسے گندا شیطانی کام قرار دے کر فرمایا گیا:

{فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ}

''تو کیا اب بھی باز آتے ہویا نہیں؟''

اس طرح تدریجاً احکام آئے اور آخری حکم میں شراب حرام کر دی گئی۔ یہاں فرمایا کہ اگر ہم کسی حکم کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر لے آتے ہیں یا کم از کم اُس جیسا دوسرا حکم لے آتے ہیں ۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے' اُس کا اختیار کامل ہے' وہ مالک الملک ہے' دین اُس کا ہے' اس میں وہ جس طرح چاہے تبدیلی کر سکتا ہے۔''(۳۵)

خلاصہ یہ کہ ناسخ و منسوخ کا معاملہ اللہ تعالی کی حکمت اور لوگوں کے حالات کے عین مطابق تھا۔ اور عقلی اور نقلی اعتبار سے اس کو خلاف حکمت قراردینا اور اس پر اعتراض کرنا دین اسلام سے لاعلمی اور اور اسلامی اصولوں سے نابلد ہونے کا نتیجہ ہے۔

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی پر اعتراض :

رسول اللہﷺ کی ذات اقدس پر اہل کتاب کی جانب سے کئے جانے والے اعتراضات میں ایک اعتراض کا تعلق آپﷺکی ازدواجی زندگی سے بھی تھا۔اس اعتراض کا تعلق حضرت زید بن حارثہؓ تھا جو آپﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ان پر اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺکا انعام و احسان یہ تھا کہ وہ گردش زمانہ سے اللہ کے رسول ﷺکی خدمت میں پہنچ گئے تھے اور آپﷺکے گھر میں گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے رہے تھے۔

جب ان کے والد اور چچا ان کو تلاش کرتے ہوئے رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺنے زیدؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ ان دونوں صاحبوں کو جانتے ہو ؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!، یہ میرے والد اورمیرے چچا ہیں ۔ آپ ﷺنے فرمایا: اچھا ، تم ان کی بھی جانتے ہو اور مجھے بھی ۔اب تمہیں پوری آزادی ہے کہ چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ زیدؓ نے جواب میں کہا کہ میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا ۔ ان کے باپ اور چچا نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا اور کہا کہ کیا تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے؟ لیکن حضرت زیدؓ کسی طرح بھی حضور ﷺکا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

حضور ﷺنے اسی وقت زیدؓ کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں ، آج سے زید میرا بیٹا ہے ۔ چنانچہ اس روز سے انہیں زید بن محمد ﷺپُکاراجانے لگا۔ یہ سب واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں۔ نزول وحی کے بعد جب نبی اکرم ﷺنے اعلان نبوت فرمایا تو چار ہستیاں ایسی تھیں جنہوں نے ایک لمحہ شک و تردد کے بغیر آپ ﷺکے دعوے نبوت کی تصدیق کی ۔ ایک حضرت خدیجہؓ ،دوسرے حضرت زیدؓ،تیسرے حضرت

علیؓ اور چوتھے حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔ اُس وقت حضرت زیدؓ کی عمر ۳۰ سال تھی اور ان کو حضور ﷺکی خدمت رہتے ہوئے ۱۵ برس بیت چکے تھے ۔ ہجرت کے بعد۴ ھ میں حضور ﷺنے اپنی پھوپھی زاد بہن حضر ت زینب سے ا ن کا نکاح کردیا ۔اپنی طرف سے ان کا مہر ادا کیا اور گھر بسانے کے لیے ان کو ضروری سامان عنایت فرمایا ۔(۳۶)

حضرت زینب ابتدائی طور پر حضرت زید سے شادی پر آمادہ نہ تھیں، کیونکہ حضرت زید ایک آزاد کردہ غلام تھے، جبکہ حضرت زینب کا تعلق ایک اونچی خاندان سے تھا، مگر اللہ تبارک و تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

{وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ}(۳۷)

’’اور کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کے لیے روا نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول(ﷺ) کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو (پھر بھی انہیں یہ خیال ہو کہ) ان کے لیے اپنے اس معاملے میں کوئی اختیار باقی ہے۔‘‘

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب اس شادی پر آمادہ ہو گئیں۔

چنانچہ حضرت زید اور حضرت زینب کی شادی تو ہو گئی ، مگر طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے باہمی موافقت نہ ہو سکی، رفتہ رفتہ تلخیاں بڑھتی رہیں اور بالآخر نوبت طلاق تک جا پہنچی۔ حضرت زید ان کی تیز زبانی اور نسبی شرافت کی بنا پر اپنے کو اونچا سمجھنے اور اطاعت میںکوتاہی کرنے کی شکایت کیا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت زید نے ان کو طلاق دے دی، اور عدت گزارنے کے بعد حضرت زینب کا نکاح رسول اللہﷺ سے ہوا۔ اس نکاح پر اہل کتاب نے یہ اعتراض اٹھایا کہ محمد(ﷺ) نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایسا کرنا ایک قبیح عمل تھا۔اور وہ منہ بولے بیٹے کو تمام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے زبان طعن دراز کرتے ہوئے یہ اعتراض کرڈالا۔

چنانچہ وہی ہوا جس کااندیشہ تھا، کفار نے زبان طعن دراز کرنا شروع کر دی کہ محمد نے اپنے ہی بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔یہ درحقیقت رسول اللہﷺ کی ازدواجی زندگی پر براہ راست اعتراض تھا۔جس کا رسول اللہﷺ کو اندیشہ تھا۔لیکن اللہ تعالی نے اس رسم بد کے خاتمہ کے لئے یہ اقدام فرمایا، اور کفار کے اس اعتراض کا جواب بھی دیا:

{لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا}

’’تاکہ مؤمنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنا تعلق بالکل کاٹ لیں۔‘‘

یعنی حضورﷺ کے اس نکاح کے ذریعے عرب معاشرے سے جاہلیت کی اس رسم کا خاتمہ بھی ہو

جائے اور قیامت تک کے لیے ایک قانون بھی وضع ہو جائے تا کہ آئندہ منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ کے معاملے کو ''محرماتِ ابدیہ ''کے ساتھ گڈ مڈ نہ کیا جائے۔ اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے:

{وَكَانَ اَمْرُ اللهِ مَفْعُوْلًا}(۳۹)

''اور اللہ کا فیصلہ تو پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔''

کفار کے اعتراض کا جواب دینے کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد اس تمام واقعے کی حکمت و مصلحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سارے معاملے میں یہی حکمت اور مصلحت پوشیدہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس فضول رسم کا خاتمہ حضورﷺ کے ذاتی عمل سے کرنا چاہتا تھا۔ بعض نظریات اور خیالات معاشرے میں اس قدر پختہ اور گہرے ہوچکے ہوتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی عمل یا بات لوگ آسانی سے قبول نہیں کرتے۔ متبنّٰی کی بیوہ یا مطلقہ کے ساتھ منہ بولے باپ کے نکاح کے بارے میں عرب معاشرے کے اندر مروّجہ خود ساختہ قانو ن بھی اسی زمرے میں آتا تھا۔ اس لیے اس قانون یا روایت کو خود حضورﷺ کی ذاتی مثال کے ذریعے سے توڑنا مناسب خیال کیا گیا۔ چنانچہ آپؐ کے حضرت زینبؓسے نکاح کے بعد اس مسئلے میں کسی قسم کا ابہام یا شک باقی نہ رہا۔''(۴۰)

درحقیقت یہ بہت ہی حکیمانہ طریقہ تھا اس رسم بد کو ختم کرنے کا۔ کیونکہ زبانی حکم سے شاید لوگ اس پر آمادہ نہ ہوتے، اور اس حکم کو ہلکا سمجھتے، مگر رسول اللہﷺ کے عمل کے بعد رہتی دنیا تک یہ ایک ایسی مثال اور قانون بن گیا کہ اب کسی کو اس کے بارے میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔

۵۔ تحویل کعبہ پر اعتراض :

مسلمانوں کے قبلہ اول بیت المقدس سے قبلہ ثانی بیت اللہ تک کا سفر اسلامی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ تحویل قبلہ میں صرف اہل اسلام کا رخ ہی نہیں بدلا گیا ، بلکہ بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل کی طرف منصب امامت کو بھی منتقل کردیا گیا۔تحویل قبلہ اس قدر عظیم الشان واقعہ تھا کہ اس کی تمہید کے لئے اللہ تبارک و تعالی نے بہت مفصل کلام فرمایا، تحویل قبلہ پر اہل کتاب یہ اعتراض کیا کہ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سولہ سترہ مہینے تک تو مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے، مگر اب ان کو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم کس بناء پر دیا گیا ہے؟

قرآن مجید میں اہل کتاب کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ان کو بے وقوف کہہ کر مخاطب کیاجاتا ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ تحویل قبلہ پر ان کا اعتراض سوائے سفاہت اور بے وقوفی کے کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

{سَیَقُوْلُ السُّفَہَآئُ مِنَ النَّاسِ،مَاوَلّٰہُمْ عَنْ قِبْلَتِہِمُ الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْہَا}(۴۱)

’’عنقریب کہیں گے لوگوں میں سے احمق اور بیوقوف ’لوگ‘‘ کس چیز نے پھیر دیا انہیں اس قبلے سے جس پر یہ تھے؟‘‘

یعنی سولہ سترہ مہینے تک انہوں نے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی ہے‘ اب انہیں بیت اللہ کی طرف کس چیز نے پھیر دیا؟ چنانچہ اللہ تبارک و تعالی کفار کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رسول اللہﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ:

{قُلْ لِّلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِب یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآئُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٌ}(۴۲)

’’کہہ دیجیے کہ اللہ ہی کے ہیں مشرق اور مغرب!وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔‘‘

یہ وہی الفاظ ہیں جو چودہویں رکوع میں تحویل ِقبلہ کی تمہید کے طور پر آئے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک سمت میں محدود نہیں ہے‘ بلکہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سب اُسی کے ہیں۔اس کے بعد مسلمانوں ان کے فرض منصبی کی یاد دہانی کرائی جارہی ہے۔ یعنی بنی اسرائیل سے منصب امامت تمہاری طرف منتقل ہوا ہے تو اس پر فقط خوش ہونا کافی نہیں، بلکہ تم پر ایک عظیم ذمہ داری آن پڑی ہے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

{وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰـکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًالِّتَـکُوْنُوْا شُہَدَآئَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا }(۴۳)

’’اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمت ِوسط بنایا ہے،تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ ‘تم پر گواہ ہو۔‘‘

چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد امت مسلمہ کے اس فرض منصبی کی وضاحت کرتے ہوئے آیت بالا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’ اے مسلمانو! تم اس تحویل قبلہ کو معمولی بات نہ سمجھو‘ یہ علامت ہے اس بات کی کہ اب تمہیں وہ حیثیت حاصل ہو گئی ہے ،اب یہ تمہارا فرضِ منصبی ہے کہ رسولؐ نے جس دین کی گواہی تم پر اپنے قول و عمل سے دی ہے اُسی دین کی گواہی تمہیں اپنے قول اور عمل سے پوری نوعِ انسانی پر دینی ہے۔ اب تم ٌمحمدرسول اللہﷺ اور نوعِ انسانی کے درمیان واسطہ (link)بن گئے ہو۔ اب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک نبی کی تعلیم ختم ہوجاتی یا اس میں تحریف ہو جاتی تو دوسرا نبی آ جاتا۔ اس طرح پے در پے انبیاء و رُسل چلے آ رہے تھے اور ہر دَور میں یہ معاملہ تسلسل کے ساتھ چل رہا تھا۔ اب ٌمحمد رسول اللہﷺ پر نبوت ختم ہو رہی ہے‘ لیکن نسل ِانسانی کا سلسلہ تو قیامت تک جاری رہنا ہے۔ لہٰذا اب آگے لوگوں کو تبلیغ کرنا‘ ان تک دین پہنچانا‘ان پر حجت قائم کرنا اور شہادت علی الناس کا فریضہ سرانجام دینا کس کی ّذمہ داری ہوگی؟ پہلے تو ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ اللہ کی طرف سے

جبرائیل وحی لائے اور نبی کے پاس آ گئے، نبی نے لوگوں کو سکھا دیا۔ اب یہ معاملہ اس طرح ہے کہ اللہ سے جبرائیل ؑوحی لائے ؑمحمد رسول اللہﷺ کے پاس اور محمدﷺ نے سکھایا تمہیں، اور اب تمہیں سکھانا ہے پوری نوعِ انسانی کو! تو اب تمہاری حیثیت درمیانی واسطے کی ہے۔''(۴۴)

چنانچہ اب کوئی نیا نبی آکر امت کو دین کی طرف نہیں بلائے گا، بلکہ نبی علیہ السلام کے بعد یہ ذمہ داری امت کو سونپ دی گئی ہے۔آیت بالا کو ماقبل کے مضمون اور تمہیدی کلمات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری درحقیقت انبیاء کرام والی ذمہ داری ہے، لہذا امت کو دین کی طرف بلانا اور کسی بھی تبلیغی سرگرمی میں حصہ لینا درحقیقت انبیاء کرام کی سنت پر عمل کرنا ہے۔

حاصل یہ کہ تحویل قبلہ ایک عظیم الشان امر تھا، جس کا مقصد فقط عبادت کے دوران مسلمانوں کے رخ کو بدلنا ہی نہیں تھا، بلکہ اس کا اصل مقصد منصب امامت کو بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل کی طرف منتقل کرنا تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور امامت کے عالی شان منصب کی ناقدری کی وجہ سے ان کو منصب امامت سے معزول کیا جا چکا تھا۔ لہذا تحویل قبلہ کے سلسلہ میں اہل کتاب کا یہ اعتراض کہ مسلمان کبھی بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اور کبھی بیت اللہ کی طرف !، ان کا یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی مشرق ومغرب کی جہت سے آزاد ہے اور اصل چیز اللہ تعالی کا حکم ہے، چنانچہ جس طرف رخ کرنے کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوگا اسی طرف رخ کرنا اطاعت الٰہی کہلائے گا۔

۶۔حلال و حرام پر اعتراض:

اہل کتاب میں سے یہود کے ایک اعتراض کا جواب سورۃ آل عمران میں بیان کیا گیا ہے۔ اس اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ شریعت محمدی میں بعض ایسی چیزیں بھی حلال قرار دی گئی ہیں جو شریعت موسوی میں حرام تھیں۔ اور اس اعتراض کو مدلل کرنے کے لئے وہ یہ کہتے تھے کہ شریعت موسوی میں اونٹ کا گوشت حرام تھا، مگر شریعت محمدی میں حرام نہیں ہے، چنانچہ ان کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تبارک و تعالی نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی:

{كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاًّ لِّبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اِلاَّ مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰتُہُ}(۴۵)

''کھانے کی ساری چیزیں (جو شریعت ِمحمدیؐ میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں،سوائے ان چیزوں کے جنہیں اسرائیل (حضرت یعقوبؑ) نے حرام ٹھہرا لیا تھا اپنی جان پر،اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو۔''

یعنی اونٹ کا گوشت شریعت موسوی میں بھی حرام نہیں تھا، یہ الگ بات ہے کہ حضرت یعقوب نے طبعی کراہت یا کسی بیماری کی وجہ سے اپنے اوپر اس کو ممنوع قرار دیا تھا، اور ان کے انتقال کے بعد لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید شریعت موسوی میں یہ حرام ہے،حالانکہ وہ اس وقت بھی

حلال تھا جس طرح شریعت محمدی میں حلال ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

''یہودی شریعت ِ محمدیؐ پر اعتراض کرتے تھے کہ اس میں بعض ایسی چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں جو شریعت ِ موسویؑ میں حرام تھیں۔ مثلاً ان کے ہاں اونٹ کا گوشت حرام تھا ' لیکن شریعت ِ محمدیؐ میں یہ حرام نہیں ہے۔ اگر یہ بھی آسمانی شریعت ہے تو یہ تغیر کیسے ہو گیا؟ یہاں اس کی حقیقت بتائی جا رہی ہے کہ تورات کے نزول سے قبل حضرت یعقوب نے طبعی کراہت یا کسی مرض کے باعث بعض چیزیں اپنے لیے ممنوع قرار دے لی تھیں جن میں اونٹ کا گوشت بھی شامل تھا۔ جیسے نبی اکرمﷺ نے اپنی دو ازواج کی دلجوئی کی خاطر شہد نہ کھانے کی قسم کھا لی تھی' جس پر یہ آیت نازل ہوئی :

{یٰٓـاَیُّـھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَج تَـبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ}(۴۶)

حضرت یعقوبؑ کی اولاد نے بعد میں ان چیزوں کو حرام سمجھ لیا 'اور یہ چیز ان کے ہاں رواج کے طو رپر چلی آ رہی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان چیزوں کی حرمت تورات میں نازل نہیں ہوئی۔ کھانے پینے کی وہ تمام چیزیں جو اسلام نے حلال کی ہیں وہ بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں' سوائے اُن چیزوں کے کہ جنہیں حضرت یعقوب نے اپنی ذاتی ناپسند کے باعث اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا تھا' اور یہ بات تورات کے نزول سے بہت پہلے کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت یعقوبؑ میں اور نزولِ تورات میں چار پانچ سو سال کا فصل ہے۔ ''(۴۷)

مذکورہ بالا تفسیر سے واضح ہو جاتا ہے کہ اہل کتاب کا اونٹ کی حرمت و حلت سے متعلق اعتراض حقیقت پر مبنی نہیں تھا، بلکہ اس کا منشاء حضرت یعقوب کے فعل کی علت اور یہود کی اپنے دین سے لاعلمی کی وجہ سے تھا۔درحقیقت یہ لوگ تورات کے علم سے نابلد تھے اور اس میں کی جانے والی تحریفات کی وجہ سے موسی علیہ السلام کی اصل شریعت کو بھلا بیٹھے تھے اس لئے اس قسم کے اعتراضات کر رہے تھے۔

۷۔شقِ قمر پراعتراض:

انشقاق قمر کا واقعہ قرآن مجید میں سورہ قمر میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اس واقعہ کے ہونے کے بعد ہی کفار کو اس پر اعتراض پیش آیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں، اور اس کو جادو قراردینے لگے۔ چنانچہ یہ اعتراض آج تک بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ بہت سے دہرئیے تو اس واقعہ کو جھٹلا ہی دیتے ہیں اور کچھ لوگ اس کی عجیب و غریب تاویلات کرتے ہیں۔ شق قمر کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

{اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ}(۴۸)

''قیامت کی گھڑی قریب آ چکی اور چاند شق ہو گیا۔''

یعنی چاند کا پھٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی ، جس کے آنے کی تم لوگوں کو خبر دی جاتی رہی ہے ، قریب آ لگی ہے اور نظام درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے ۔ نیز یہ واقعہ کہ چاند جیسا ایک عظیم کُرہ شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا ، اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ جس قیامت کا تم سے ذکر کیا جا رہا ہے وہ برپا ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار ا حمد شق قمر کے واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آیت میں چاند کے پھٹنے کا ذکر ایک خرقِ عادت واقعہ کے طور پر ہوا ہے۔ روایات کے مطابق اس وقت حضورﷺ منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ چاند کی چودھویں رات تھی۔ آپؐ کے ارد گرد ہر طرح کے لوگ تھے۔ کسی نے کہا کہ آپؐ کی طرف سے کوئی نشانی ہونی چاہیے۔ آپﷺ نے فرمایا :چاند کی طرف دیکھو۔ لوگوں کو متوجہ کر کے آپﷺ نے انگلی کا اشارہ کیا اور چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف چلا گیا اور پھر اگلے ہی لمحے دونوں ٹکڑے قریب آکر دوبارہ جڑ گئے۔ آپﷺ نے لوگوں سے فرمایا: دیکھو اور گواہ رہو! کفار نے کہا کہ محمد (ﷺ)نے ہم پر جادو کر دیا تھا' اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکہ کھایا۔ بعد میں باہرسے آنے والے لوگوں نے بھی اس کی شہادت دی۔''(۴۹)

درحقیقت اس واقعہ کو عین الیقین سے دیکھنے کے باوجود کفار کو اعتراض ہوا کہ یہ خرق عادت واقعہ ہو ہی نہیں سکتا، یہ تو نظر کا دھوکا تھا اور العیاذ باللہ محمد نے ہم پر جادو کردیا تھا۔

شق قمر کے واقعہ پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جواب:

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکاہے کہ اس واقعہ پر کفار کے بعد بھی بہت سے لوگوں کی جانب سے اعتراض کئے گئے۔ چنانچہ ان اعتراضات کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

''اس واقعہ پر بہت سے اعتراضات بھی ہوئے ہیں ۔اس بنیاد پر بھی کہ اس سے متعلق دنیا میں کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں ۔اسی لیے سرسید احمد خان مرحوم اور ان کے مکتبہ فکر کے لوگوں نے آیت کے متعلقہ الفاظ کی مختلف تاویلات کی ہیں۔ بہرحال جہاں تک تاریخی ثبوت نہ ہونے کا تعلق ہے اس بارے میں یہ حقیقت بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ یہ واقعہ رونما ہونے کے وقت آدھی دنیا میں تو دن کی روشنی ہو گی ۔لیکن جن علاقوں میں چاند دیکھا جاسکتا تھا ان علاقوں کے لوگ بھی تو ظاہر ہے اس وقت ٹکٹکی باندھے چاند کو نہیں دیکھ رہے تھے کہ ان میں سے اکثر اس واقعے کے عینی شاہد بن جاتے۔ پھر یہ منظر بھی صر ف لمحے بھر کا تھا اور اس دوران چاند کی روشنی میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا کہ لوگ چونک کر دیکھتے۔ البتہ ایک تاریخی روایت کے مطابق برصغیر میں مالابار کے ساحلی علاقے کے ایک ہندو راجہ نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھاتھا۔ بعد میں جب عرب تاجروں

کے ذریعے اس تک اسلام کی دعوت اور قرآنی تعلیمات پہنچیں تو اس نے نہ صرف ایک چشم دید گواہ کے طور پر اس واقعہ کی تصدیق کی بلکہ وہ ایمان بھی لے آیا۔واللہ اعلم!''(۵۰)

ڈاکٹر اسرار احمد کی جانب سے مذکورہ بالا اعتراضات کا عقلی طور پر جواب دیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت آدھی دنیا میں تو دن ہوگا، اس لئے وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکے، اور جہاں رات تھی وہاں بھی کسی کا نہ دیکھنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں، کیونکہ چاند کی روشنی میں اس سے نہ کوئی فرق آیا اور یہ واقعہ بھی محض ایک لمحے کا تھا۔

حوالہ جات

(۱)ڈاکٹر اسرار احمد ،تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیق مطالعہ، انجمن خدام القرآن ،لاہور، طبع ششم،2005ء ص 37-

(۲)رافعۃ الجبین، ڈاکٹر اسرار احمدؒ شخصیت اور دینی خدمات، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور،2016ء، ص 15-

(۳) ڈاکٹر اسرار احمد شخصیت اور دینی خدمات،رافعۃ الجبین،ص16,17-

(۴)حوالہ بالا۔

(۵)ڈاکٹر اسرار احمد، استحکام پاکستان، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2006ء2ص 42-

(۶)ڈاکٹر اسرار احمد شخصیت اور دینی خدمات،رافعۃ الجبین،ص 18-

(۷)حافظ انجینئر نوید احمد، ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی ایک تعارف، انجمن خدام القرآن سندھ کراچی، 2011ء ص 17-

(۸)عزم تنظیم۔

(۹)حوالہ بالا۔

(۱۰)حوالہ بالا۔

(۱۱)ڈاکٹر اسرار احمد، تنظیم اسلامی کی دعوت، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع ششم،2009ء ص ۶-

(۱۲)ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی ایک تعارف، نوید احمد، ص 20-

(۱۳)حوالہ بالا۔

(۱۴)حافظ انجینئر نوید احمد، میثاق، لاہور، شمارہ 5مئی 2010ء ص 81-

(۱۵)ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی ایک تعارف، نوید احمد، ص 20-

(۱۶)تعارف تنظیم اسلامی، ۱۲،۱۳-

(۱۷)ڈاکٹر اسرار احمد، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، مرکزی انجمن خدام القرآن

لاہور، 1990ء، ص 160۔

(۱۸)ایضاً، ص ۲۴۴۔

(۱۹)ڈاکٹر اسرار احمد، تنظیم اسلامی کی دعوت، ص 9۔

(۲۰)دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر،ڈاکٹر اسرار احمد، ص 23۔

(۲۱)حافظ انجینئر نوید احمد، ڈاکٹر اسرار احمد حالات زندگی اور خدمات دینی، میثاق (ماہنامہ) لاہور، جلد59، شمارہ 5مئی 2010ء ص 90،88۔

(۲۲)ڈاکٹر اسرار احمد شخصیت اور دینی خدمات،رافعۃ الجبین،ص 36۔

(۲۳)ایضاً، ص ۳۶۔

(۲۴)مرکزی تعلیم و تحقیق ،وفات محترم بانی تنظیم (ماہنامہ) میثاق، لاہور، ص 59، شمارہ 2010ء ص 177۔

(۲۵)محمد بن اسماعیل ،بخاری، ابو عبداللہ،صحیح بخاری،۶٫۱۸۲،رقم الحدیث،۴۹۸۰،دار طوق النجاۃ، بیروت۔

(۲۶)یونس:۱۵۔

(۲۷)ڈاکٹر اسرار احمد،بیان القرآن،ج ۱، ص ۲۳،۲۴۔

(۲۸)حوالہ بالا۔

(۲۹)ایضاً، ص ۲۵۔

(۳۰)ایضاً، ص ۱۱۔

(۳۱)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، ج ۱، ص ۱۴۔

(۳۲)البقرۃ:۱۰۶۔

(۳۳)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۰۰۔

(۳۴)حوالہ بالا۔

(۳۵)حوالہ بالا۔

(۳۶)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن،ج ۶ ص ۳۸،۳۹۔

(۳۷)الاحزاب:۳۶۔

(۳۸)حوالہ بالا۔

(۳۹)حوالہ بالا۔

(۴۰)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، ج ۶، ص ۴۰۔

(۴۱)البقرہ:۱۴۲۔

(۴۲)حوالہ بالا۔

(۴۳)البقرہ:۱۴۳۔

(۴۴)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۲۴۔

(۴۵)آل عمران:۹۳۔

(۴۶)التحریم:۱۔

(۴۷)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن،ج ۲، ص ۵۷۔

(۴۸)القمر:۱۔

(۴۹)حوالہ بالا۔

(۵۰)ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، ج ۷، ص ۶۷۔

مصادر و مراجع

(۱)القرآن الکریم۔

(۲)ابو دائود، سلیمان بن ا لاشعث،السجستانی،سنن ابو دائود،دارالسلام للنشروالتوزیع،الریاض۔

(۳)ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل،بخاری، صحیح البخاری،دار طوق النجاۃ، بیروت۔

(۴)احمد بن علی،ابو یعلی،مسند ابی یعلی،دار المامون للترات، دمشق۔

(۵)اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، پشاور، انجمن خدام القرآن، طبع اول، ۲۰۰۹ء۔

(۶)انجیل کا تعارف، وکی پیڈیا، آزاددائرۃ المعارف، ختم نبوت فورم۔

(۷)انجینئر نوید احمد، ڈاکٹر اسرار احمد حالات زندگی اورخدمات دینی، (ماہنامہ) میثاق، لاہور۔

(۸)تعارف تنظیم اسلامی۔

(۹)حافظ انجینئر نوید احمد، ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی ایک تعارف، انجمن خدام القرآن سندھ کراچی۔

(۱۰)حافظ انجینئر نوید احمد، ڈاکٹر اسرار احمد حالات زندگی اور خدمات دینی، میثاق (ماہنامہ) لاہور۔

(۱۱)خلافت کی حقیقت ،عصر حاضر میں اس کا نظام، ڈاکٹر اسراراحمد۔

(۱۲)دستور تحریک خلافت پاکستان ترمیم شدہ، تحریک خلافت پاکستان ،لاہور، اگست ۲۰۰۰ء۔

(۱۳)دستور تنظیم اسلامی ترمیم شدہ۔

(۱۴)دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر،ڈاکٹر اسرار احمد۔

(۱۵)ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی ایک تعارف، نوید احمد۔

(۱۶)ڈاکٹر اسرار احمد شخصیت اور دینی خدمات،رافعۃ الجبین۔

(۱۷)ڈاکٹر اسرار احمد ،تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیق مطالعہ، انجمن خدام القرآن ،لاہور۔

(۱۸)ڈاکٹر اسرار احمد، استحکام پاکستان، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور۔

(۱۹)ڈاکٹر اسرار احمد، تنظیم اسلامی کی دعوت، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع ششم۔

(۲۰)ڈاکٹر اسرار احمد، حساب کم و بیش اور گزارش احوال واقعی، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع سوم۔

(۲۱)ڈاکٹر اسرار احمد، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور،

(۲۲)ڈاکٹر اسرار احمد، عزم تنظیم، شعبہ دعوت تنظیم اسلامی، 2011ء۔

(۲۳)ڈاکٹر اسرار احمد،اسلام کی نشاۃ: ثانیہ کرنے کا اصل کام۔

(۲۴)ڈاکٹر اسرار احمد،جہاد بالقرآن اور اس کے پانچ محاذ۔

(۲۵)ڈاکٹر اسرار احمد۔ ایک عظیم داعی قرآن،(سہ ماہی) حکمت قرآن

(۲۶)ڈاکٹر عبدالخالق علیگ،ریڈر شعبہء دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،مختصر یہودی تاریخ۔

(۲۷)رافعۃ الجبین، ڈاکٹر اسرار احمدؒ شخصیت اور دینی خدمات، مرکزی انجمن خدام القرآن،لاہور۔

(۲۸)سالانہ رپورٹ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور برائے سال،۲۰۰۸ء۔۲۰۰۹ء۔

(۲۹)سید ابو الحسن ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی، مجلس نشریات اسلام، طبع ہفتم۔

(۳۰)عزم تنظیم۔

(۳۱)محمد بن اسماعیل ،بخاری، ابو عبداللہ،صحیح بخاری،دار طوق النجاۃ، بیروت۔

(۳۲)مختصر تفسیر ابن کثیر،علامہ ابن کثیر، دار القرآن الکریم ،بیروت۔

(۳۳)مرکزی تعلیم و تحقیق ،وفات محترم بانی تنظیم (ماہنامہ) میثاق، لاہور

(۳۴)مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم،۵۹۲،۲،دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

(۳۵)مفتی محمد شفیع عثمانی، تفسیر معارف القرآن، ج ۷،ص ۱۵۲،۱۵۳،مکتبہ معارف القرآن، کراچی۔

(۳۶)منٹگمری واٹ،محمد پرافٹ اینڈ سٹیٹس مین، ص ۱۷،۱۸۔

(۳۷)مودودی ، ابو الاعلی، سید،تفہیم القرآن۔

(۳۸)مولانا زاہد الرشدی، ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ،اپریل ۱۹۹۹ء۔

(۳۹)مولانا عبدالجبار غازی مرحوم، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا عبدالغفار حسن اور شیخ سلطان احمد۔

(۴۰)نثار احمد ملک، ڈاکٹر اسرار احمد۔ ایک عظیم داعی قرآن،(سہ ماہی) حکمت قرآن، لاہو۔

Bibliography

Allah Bachaya Riaz, Abdul Ghafoor Awan (2018) Causes of intolerance and need of patience in the light of Quran-o-Sunnah, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (2):196-222.

Amjad Ali, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Comparative study of Khutbat-e- Madaras and Muhazirat-e-Seerat, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3): 153-189.

Awan, Abdul Ghafoor, Imran Ansari (2017). Specific study of Essays relating to Hazrat Jabir Bin Abdullah, *Global Journal of Management, Social Science and Humanities, Vol.3* (3):39-56.

Awan, Abdul Ghafoor, Jamil Ahmad (2017). Concept of Spiritualism of Peer Syed Ghulam Naseeruddin Naseer Gilani of Golara Sharif, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):14-35.

Javeria Tehseen, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Critical analysis of the literature relating to three divorces in one sitting, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol .3* (3):71-84

Munawar, Syed Ali Shah, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Importance of the study of "Seerat" in Text books of Public Educational Institutions of Punjab, *Global Journal Management, Social Sciences and Humanities, Vol.3* (4):230-51

Misbah Tehseen, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Benefits of Marriage Life in Islam in the light of "Bahara-e-Shariat" and "Bahashti-i-Zaver", Global *Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):106- 135.

Shakeela Naz, Awan, Abdul Ghafoor (2018) Analysis of the research papers of monthly magazine "Burhan-i-Dehli" on the Biographies of the Holy Prophet. *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (3):292-320.

Saima Rashid, Soubia Khan, Awan, Abdul Ghafoor (2018). Great saints of Multan and history of their shrines and their social importance, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (2):223- 245.